70222 ـ كيا بيوى بچوں كو اپنے سے دور ركھنا لازم ہے تا كہ وہ كفريہ ممالك ميں نہ رہيں ؟

سوال

ميں مسلمان ہوں اور ايك اسلامى ملك كى مسلمان خاتون سے شادى كى ہے، ميں نہيں چاہتا كہ بيوى اور بچے كفريہ ملك ميں رہائش اختيار كريں، ميں خود امريكہ ميں كام كرتا ہوں جہاں ميرى پيدائش ہوئى ہے، اور تقريبا مجھے تين برس تك يہيں كام كرنا ہے تا كہ ميں مستقبل كى كوئى پلاننگ كر سكوں، اس كے بعد ہى ميں كسى اسلامى ملك ميں تعليم حاصل كر سكتا ہوں، اور اس اسلامى ملك ميں رہ سكتا ہوں جہاں كى ميرى بيوى ہے، ان شاء اللہ.
ميرا سوال يہ ہے كہ اگر ميں اپنى بيوى كو واپس جا كر اپنے اسلامى ملك ميں رہنے پر مجبور كرتا ہوں اور خود يہاں امريكہ ميں رہوں (اور يہاں ويزٹ پر مجھے ملنے كے ليے آنے سے منع كروں) اور جتنى دير ميں يہاں رہتا ہوں بچوں كى تربيت اسلامى ملك ميں ہى ہو، ميں ہر سال صرف دو ماہ كے ليے انہيں ملنے جايا كروں تو كيا ايسا كرنا حرام تو نہيں ؟
اور كيا ميرے ليے واجب ہے كہ ميں اسے اپنے ساتھ رہنے كى اجازت دوں حالانكہ يہ ملك كفريہ اور بہت ہى برائى اور فحاشى سے اٹا ہوا ہے ؟
اور كيا بيوى كو ميرا فيصلہ قبول كرنا واجب ہے ؟
آپ سے گزارش ہے كہ آپ اس موضوع كے متعلق كتاب و سنت سے دلائل بھى ديں ہو سكتا ہے اس سے ہميں اس موضوع كو سمجھنے ميں اور آسانى ہو جائے.

پسنديده جواب

الحمد للہ.

اول:

كفريہ ممالك ميں رہائش اختيار كرنے ميں كوتاہى سے كام نہيں لينا چاہيے، كيونكہ وہاں رہنے كے نتيجہ ميں مسلمان كے دين اور اس كے عقيدہ پر غلط اثر پڑتا ہے، اور اسى ليے رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے كفار كے مابين رہائش اختيار كرنے سے بچنے كا كہا ہے.

رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے فرمايا:

" ميں ہر اس مسلمان شخص سے برى ہوں جو مشركوں كے درميان رہائش اختيار كرتا ہے "

سنن ابو داود حديث نمبر (2645) علامہ البانى رحمہ اللہ نے صحيح ابو داود ميں اسے صحيح قرار ديا ہے.

ليكن كچھ ايسے حالات ہيں جن ميں مسلمان شخص كے ليے كفريہ ممالك ميں رہائش اختيار كرنا جائز ہوگا، ليكن اس ميں بھى كچھ شروط و قيود پائى جاتى ہيں: كہ مسلمان شخص كے دين اور عقيدہ پر كوئى اثر نہ پڑے، اس كى مزيد تفصيل ديكھنے كے ليے آپ سوال نمبر (13363) اور (27211) كے جوابات كا مطالعہ كريں.

دوم:

آپ كو چاہيے كہ اپنے بيوى بچوں كو اپنے پاس ركھ كر ان كى تعليم و تربيت اور ديكھ بھال كرنے، اور اپنے آپ كو ان كى بنا پر فتنہ وفساد سے محفوظ ركھنےكى مصلحت اور ان كا اس كفريہ ممالك ميں رہنے كے نتيجہ ميں جو خرابى پائى جاتى ہے كہ ان كے دين اور اخلاق ميں بگاڑ پيدا ہونا ممكن ہے اس ميں مقارنہ ضرور كريں.

اور يہ بھى مدنظر ركھيں كہ آپ كا اس پرفتن معاشرے ميں اكيلا رہنا كيسا ہوگا، اور اس كے ساتھ ساتھ آپ اپنے گھر والوں سے بھى مشورہ ضرور كريں اور پھر كسى فيصلہ تك پہنچے، اور پھر آپ دونوں اللہ كے تقوى و پرہيزگارى كى رغبت ركھتے ہوئے وہ اختيار كريں جو اللہ كو راضى كرنے كا باعث بنے.

اس طرح اگر آپ كو يہ راجح معلوم ہو كہ انہيں اس ملك سے دور ركھنا ہى افضل و بہتر ہے تو انہيں ان كے اسلامى ملك بھيج ديں تو اس ميں آپ پر كوئى حرج نہيں ہوگا، اور آپ كى بيوى كو آپ كا فيصلہ مانتے ہوئے آپ كى اطاعت كرنا ہو گى.

كيونكہ معصيت و نافرمانى كے علاوہ ہر كام ميں بيوى كو خاوند كى اطاعت كرنى لازم ہے اس كے كتاب و سنت ميں بہت سارے دلائل پائے جاتے ہيں، جن ميں سے چند ايك ذيل ميں ديے جاتے ہيں:

مسند احمد اور مستدرك حاكم ميں مروى ہے كہ حصين بن محصن بيان كرتے ہيں كہ ان كى پھوپھى نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم كے پاس ايك كام كے ليے آئى جب وہ اپنى ضرورت سے فارغ ہوئيں تو نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے انہيں فرمايا:

" كيا تم شادى شدہ ہو ؟

تو انہوں نے عرض كيا: جى ہاں.

رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے فرمايا:

" تم اپنے خاوند كے ليے كيسى ہو ؟

تو انہوں نے عرض کیا: میں اس کے حق میں کوئی کوتاہی نہیں کرتی، الا یہ کہ میں عاجز ہو جاؤں.

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" تم یہ خیال رکھو کہ تم اس کے ہاں کیسی ہو ؟

کیونکہ وہ تمہارا خاوند تمہاری جنت اور جہنم ہے "

مسند احمد حدیث نمبر (18233) علامہ البانی رحمہ اللہ صحیح الترغیب و الترہیب حدیث نمبر (1933) میں اسے صحیح قرار دیا ہے، اور امام منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو جید کہا ہے.

آلوہ: کا معنی یہ ہے کہ میں اس کے حق میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتی.

اور ایك حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" عورت کے لیے جائز نہیں کہ خاوند کی موجودگی میں خاوند کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے "

صحیح بخاری حدیث نمبر (5195).

علامہ البانی رحمہ اللہ اس حدیث پر تعلیقا کہتے ہیں:

" جب عورت پر قضائے شہوت میں اپنے خاوند کی اطاعت واجب ہے تو پھر اس سے بھی اہم اشیاء میں اس کی اطاعت بالاولی واجب ہوگی، جس میں اولاد کی تعلیم و تربیت اور گھر کی اصلاح وغیرہ دوسرے واجب کردہ حقوق شامل ہیں " انتہی

دیکھیں: آداب الزفاف (282).

مزید آپ سوال نمبر (43123) کے جواب کا مطالعہ ضرور کریں.

دوم:

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" جب فتنہ و فساد سے امن والی جگہ ہو تو خاوند کا اپنی بیوی سے دور جانے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر بیوی اسے چھ ماہ سے زائد عرصہ دور رہنے کی اجازت دے تو کوئی حرج نہیں، لیکن اگر بیوی اپنے حقوق کا مطالبہ کرے اور اسے آنے کا کہے تو پھر خاوند کے لیے چھ ماہ سے زائد غائب رہنے کا حق نہیں ہے.

لیکن اگر کوئی عذر ہو مثلا بیمار ہو یا کوئی اور عذر تو پھر ضرورت کو خاص احکام حاصل ہیں، بہر حال اس میں حق بیوی کا ہے، جب وہ اجازت دے دے اور وہ امن و امان والے علاقے میں ہو تو خاوند پر کوئی گناہ نہیں، چاہے زیادہ عرصہ بھی غائب رہے " انتہی

ماخوذ از: فتاوی العلماء فی عشرۃ النساء (106).

واللہ اعلم .